www.neweramagazine.com

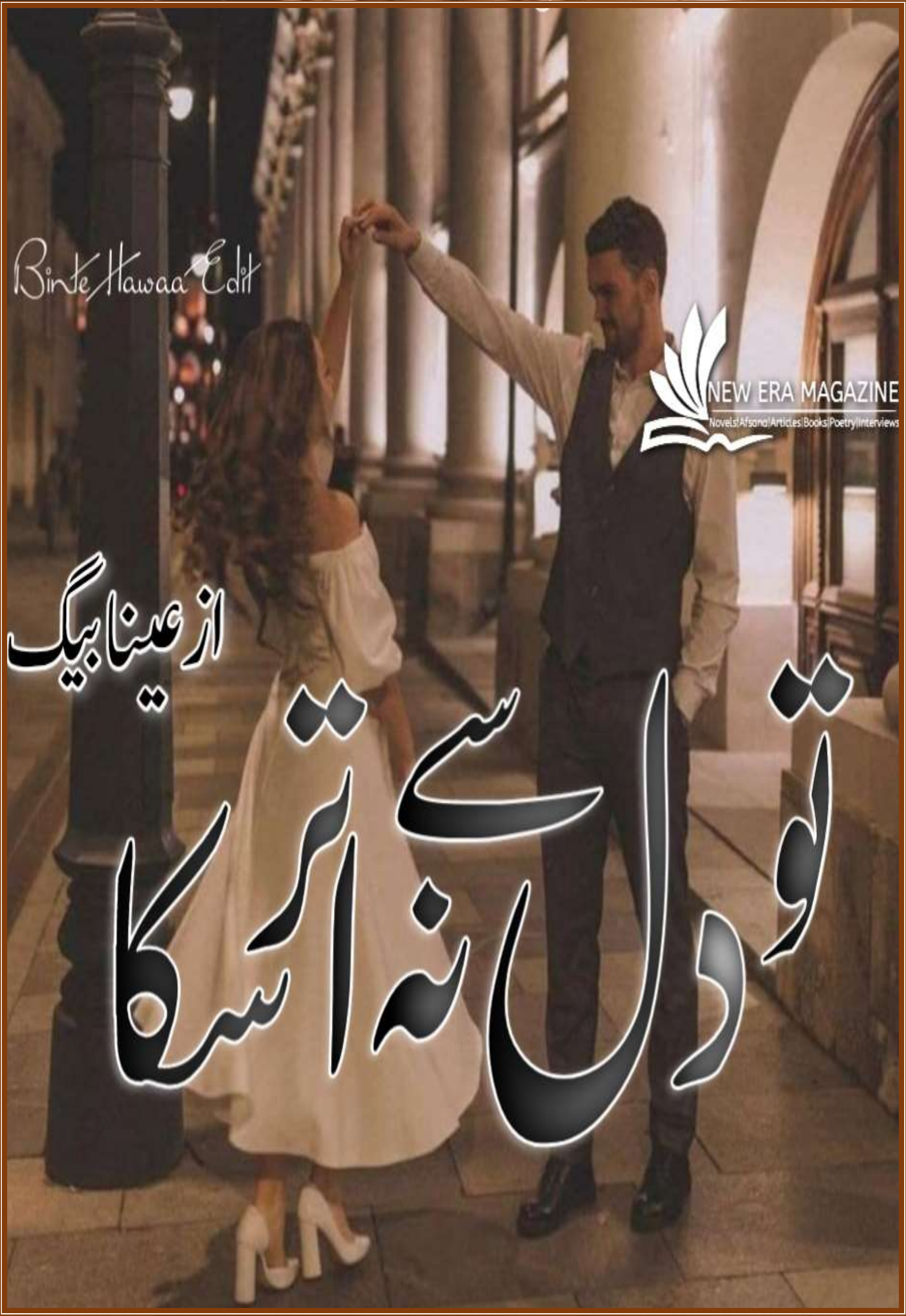

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تو دل سے نہ اتر سکا

از عینا بیگ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

"اور پھر میں نے اسکے موبائل پر خوبصورت چہرے والی لڑکی دیکھی۔" کسی دکھ سے بتاتے ہوئے وہ نظریں جھکا گئی۔

"اوہ روما میرا دل ڈوب رہا ہے۔ میرو صرف میرا ہے! میں نے اسے بہت چاہا ہے۔" اس کی نم آنکھوں روما کے دکھ میں اضافہ کر گئیں۔

"تم فکر مت کرو۔۔ میں اسے تمہاری جگہ کبھی نہیں لینے دوں گی۔ وہ جو کوئی بھی ہے اسے میرو کی زندگی سے جانا ہوگا یار!" اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر وہ اسے تسلی دینے لگی۔ سومیہ نے آنسو اندر لیے۔

"تمہاری بھابھی صرف میں ہی بنوں گی نا؟" درد کو کم کرنے کے لیے یہ ایک تسلی ہی کافی تھی۔

"ہاں بس اب تم پریشان مت ہو۔۔" نجانے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ وہ کچھ سوچتی ہوئی اس کے ساتھ کلاس میں بڑھ گئی۔

"آج آخری تاریخ ہے اسائمنٹ جمع کروانے کی۔ اگر نہیں گئی تو اسائمنٹ نہیں جمع کروا پاؤں گی بابا۔" اسکے ہاتھ میں اسائمنٹ کی فائل تھی۔ صبح کے آٹھ بجے وہ

یونیورسٹی جانے کے لیے ماں باپ کو راضی کر رہی تھی۔

"باصم کو ہر چیز کی خبر ہے۔ جانتی ہو نا بھابھی کیا کہہ کر گئی تھیں! ان کا آوارہ بیٹا کہیں نہ کہیں اپنا غصہ ضرور اتارے گا اور ہم یہ قطعی برداشت نہیں کر سکتے۔ تمہارے بابا چلنے پھرنے کے قابل نہیں ورنہ وہ آج تمہیں یونیورسٹی سے لانا لے جانا کر لیتے غنایہ۔۔" عفت پریشان تھیں۔

"مگر امی پروفیسر ذاکر بہت غصے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو اسائنمنٹ نہیں بنائے گا اسے امتحانوں میں مارکس نہیں ملیں گے۔ آج نہیں جا پائی تو دو ہفتے بعد ہونے والے پرچوں میں فیل ہو جاؤں گی۔ مجھے جانے دیں۔۔" اسکی آواز مزید دھیمی اور آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ ابرار نے بیٹی کو قدرے دکھ سے دیکھا۔ انہیں کوئی حل نظر نہ آیا۔

"اپنی بہن سے کہو اگر وہ تمہیں لے کر جا سکے۔" ذہنی تھکن سے آنکھیں موندلی گئیں۔

"آج جمعرات ہے بابا۔ وہ آفس میں ہو گی۔ مجھے دس بجے تک جانا ہے اور کاشی نو بجے ہی آفس کے لیے نکل جاتی ہے۔" اسکی آنکھیں اب بھی گیلی تھیں۔ وہ اپنے اسائنمنٹ کے لیے بہت پریشان تھی۔

"وہ کچھ بھی کر سکتا ہے غنایہ۔" انہیں گھبراہٹ تھی۔

"میں باسمہ کے ساتھ رکشے میں آجاؤں گی امی!" اس نے آخری بار کوشش کی۔۔

"ٹھیک ہے۔۔ تم جاؤ اور دھیان سے جانا۔" ابرار کا دل راضی نہیں تھا مگر وہ مجبور تھے۔ عفت نے شوہر کو دیکھا۔ وہ خوش ہوتی کمرے میں بڑھ گئی۔

"مگر میرا دل عجیب سا گھبرا رہا ہے ابرار۔۔ اسے روک لیں۔"

"ہم بھی مجبور ہیں۔۔ روک لیا تو دل کو تو تسلی مل جائے گی مگر اس کا مستقبل داؤ پر لگ جائے گا اور اگر جانے دیا تو ایک عجیب سی پھانس دل میں چھبتی ہوئی محسوس ہو گی جب تک وہ لوٹ نہیں آئے گی۔" انہوں نے تکیے پر سر رکھ کر آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

"آپ ساویز کی انکوائری کب کروا رہے ہیں؟ سب کچھ اگلے ہفتے سے پہلے کرنا ہے۔ اور پھر انکوائری میں بھی وقت لگتا ہے۔" عفت اتنا اچھا لڑکا ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔

"دفتر کے دوست سرور صاحب سے کہہ کر چھوٹی موٹی انکوائری کروائی تھی۔ ان کے پاس وقت نہیں تھا اس لیے کہا کہ جتنی چھان بین کر سکتے ہیں کر کے بتا دیں۔ سوچا تھا جب تک میں صحت پکڑ لوں گا تو بقایا چھان بین خود کر لوں گا۔۔ مگر صحت گرتی جا رہی ہے۔ بہر حال ان کا کہنا ہے کہ لڑکا درست ہے۔ اس نے اپنے آفس، گھر اور فیملی کے بارے میں ٹھیک بتایا تھا۔۔"

عفت کا چہرہ چمکا۔

"اگر اللہ نے اسکا نصیب ہماری غنایہ کے ساتھ رکھا ہے تو دونوں ایک ساتھ بہت اچھے لگیں۔ وہ لڑکا کتنا قابل ہے۔ اپنا بزنس ہے اور خود مختار ہے۔ ہر اچھی خوبیوں کا مالک اور شکل وصورت میں بھی خوبصورت!" وہ نجانے کیوں اسے اپنی بیٹی کے ساتھ خیالوں میں دیکھ کر خوش ہونے لگیں۔

"عفت جائیں اور غنایہ کو ناشتے کا کہیں۔۔یہ لڑکی ناشتہ بلکل نہیں کرتی۔" وہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتے تھے۔ عفت اثبات میں سر ہلاتیں غنایہ کے پاس جانے مڑ گئیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اگلے ہفتے مینجر پارٹی دے رہے ہیں۔" صوفیہ نے اسے خبر سنائی تھی۔

"مینجر؟ مینجر کیوں دے رہے ہیں؟" اسے کافی حیرانی ہوئی۔ بھلا وہ غصے والا خرانٹ آدمی بھی پارٹی منعقد کر سکتا تھا؟

"کچھ دنوں میں کمپنی کی پندرہ سالہ انیورسری ہے اور باس چاہتے ہیں کہ وہ دن جوش و خروش سے منایا جائے۔ پھر ہمارے مینجر صاحب نے بھی اپنے گھر پارٹی منعقد کر لی۔ یعنی سمجھو اس مہینے دو دو پارٹیز اٹینڈ کرنی ہوں گی۔"

"باس کی طرف سے ہونے والی پارٹی سمجھ بھی آتی مگر مینجر؟ وہ کس خوشی میں پارٹی دے رہے ہیں؟"

"یہ بات وہ آکر خود بتائیں گے۔ تم بے فکر رہو!" صوفیہ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کام چھوڑ کر سب میری بات سنو۔" اسی دم مینجر کی آواز پر وہ سب متوجہ ہوئے تھے۔ "یہ مہینہ واقعی بہت تھکا دینے والا تھا۔ اتنا کام کا بوجھ اور لمبی لمبی ڈیوٹیز! تو میں نے اور باس نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ ایک پارٹی رکھی جائے تاکہ سب انجوائے کر سکیں۔ اگلے ہفتے کی کوئی تاریخ رکھ لیتے ہیں۔ پھر کیا کہتے ہو دوستوں؟" وہ اب بے حد خوشی سے سب سے ڈسکس کر رہا تھا۔ سب نے ہی ہاں میں ہاں ملائی تھی جبکہ عاشی آبرو آچکا کر گہری سانس خارج کرتی رہ گئی۔

"کم از کم میں نہیں جانے والی۔" خود ہی بڑبڑاتی ہوئی وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"امید ہے سب آئیں گے۔" اسکی بڑبڑاہٹ کچھ ہی فاصلے پر کھڑے مینجر نے سن لی تھی۔ عاشی نے چونک کر اسے دیکھا جو اب اپنی نظریں دوسری طرف مرکوز کر چکا تھا۔ دل ہی دل میں خود کو کوستی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کہیں جا رہی ہیں مس؟" اسے وہاں سے جاتا دیکھ کر مینجر جھٹ بولا۔

"جی میں فریش ہو کر آرہی ہوں۔"اب وہ تب تک واپس نہیں آنے والی تھی جب تک یہ ٹاپک بند نہیں ہو جاتا۔

"کیا کہا اس نے ؟ کیا وہ آئے گی ؟"اسے جاتا دیکھ کر رافع صوفیہ سے پوچھنے لگا۔

"نہیں۔۔وہ نہیں آئے گی۔"مینجر جا چکا تھا اور اب رافع افسوس سے صوفیہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم اسے آنے کے لیے منا سکتی ہو؟"

"میں اسے ویسے بھی پارٹی کے لیے منانے والی ہوں۔تمہارے لیے نہیں! بلکہ اپنے لیے!"اس کی حرکتوں سے صوفیہ اچھی طرح واقف تھی اس لیے دوٹوک لہجے میں کہہ کر اپنے بیگ میں فائل ڈھونڈنے لگی۔رافع کے لبوں پر مسکراہٹ چمکی تھی۔

"مینجر صاحب یہ ڈاکومنٹ میں کل ہی مکمل کر کے دے چکا تھا۔"وہ آدمی آدھے گھنٹے سے اس کا دماغ چاٹ رہا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا نا کہ وہ مجھے ریسیو نہیں ہوئی۔آپکو ایک بار چیک کر لینا چاہیے۔"سختی سے کہتے ہوئے وہ دوسری میز پر پہنچا۔

"رابعہ اناؤسمنٹ کر دو کہ جو میٹنگ باس نے آج رکھی تھی وہ کینسل ہو چکی ہے۔"

اسے حکم دیتا وہ آگے بڑھ رہا تھا جب رابعہ کی آواز نے اسے روکا۔

"مگر ایسا کیوں؟ آج تو بڑی میٹنگ تھی۔" وہ حیرانی سے بولی۔

"ہاں مگر باس آج آفس نہیں آئیں گے۔ تم یہ اناؤسمنٹ کر دو تاکہ جو میٹنگ کی تیاری کر رہے ہیں وہ سن لیں۔"

"اوہ شکر! ہماری مسز فاروق سے میٹنگ کب طے پائی ہے؟" وہ کیبورڈ پر تیزی سے ہاتھ چلا رہی تھی۔

"انکی طرف سے کوئی تاریخ نہیں آئی ہے اس لیے باس چاہتے ہیں کہ تاریخ ہم خود طے کریں۔ میں سوچ رہا ہوں اس ماہ کے آخر میں یہ کام سرانجام دیں کیونکہ اب بھی ایسے کافی کام ہیں جنہیں توجہ کی ضرورت ہے۔" وہ عام سے لہجے میں اسے آگاہ کر رہا تھا۔

رابعہ مسکرائی۔

"امید ہے تم اس بار اچھے ریسٹورینٹ میں میٹنگ رکھو گے۔" وہ اسے بہت کچھ یاد دلا گئی۔ میر کا قہقہہ گونجا۔

"آخری بار مسٹر اکمل کے ساتھ میٹنگ تھی اور انہوں نے ملاقات کی جگہ بھی خود طے

کی تھی اس لیے یہ الزام مجھے نہ دو! اس بار یہ موقع ہمارے ہاتھ میں ہے اس لیے تم بے فکر رہو! ایسے ریسٹورینٹ میں لے کر جاؤں گا جہاں تمہیں بلیک کافی آسانی سے مل جائے اور مجھے پچھلی بار کی طرح شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" اسے پچھلی ملاقات یاد آئی تو ہنس کر کہتا آگے بڑھ گیا۔ رابعہ اب اناؤسمنٹ کر رہی تھی۔ ایک نظر سب پر ڈالتا وہ اپنے روم میں چلا گیا۔ چھ بج رہے تھے اور اب بھی کافی ایسے کام تھے جو اسے پورے کرنے تھے۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

وہ میٹنگ روم سے باہر نکل کر اپنے آفس روم میں داخل ہوا تھا۔ ذہن عجیب سی سوچوں میں الجھا تھا۔ اسے کبھی اپنے فیصلوں پر عمل کرنے کے بعد افسوس نہیں ہوا مگر یہ فیصلہ اسے عجیب سے احساس سے دوچار کر رہا تھا۔ نجانے اس کا یہ فیصلہ ٹھیک تھا کہ نہیں؟ ابرار صاحب اگر اپنی بیٹی کے لیے نہ مانے؟ وہ کسی طرح کی شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"باس کیا کوئی پرابلم ہے؟" اسے گم صم دیوار تکتا دیکھ کر مینیجر بولا۔

"نہیں ایسی بات نہیں فارس! بس کچھ سوچ رہا تھا۔" وہ سیدھا ہو کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگانے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ نے جن میلز کا کہا تھا وہ میں نہیں کر پایا۔ آئی ایم سوری۔" وہ شرمندہ کھڑا تھا۔

ساویز نے اسے بغور دیکھا۔

"مگر اس کی وجہ؟"

"بیٹے کی کل پیدائش ہوئی ہے اور اس سے منسلک لاتعداد کاموں میں پھنسا ہوا تھا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ جلد یہ کام سرانجام دے دوں۔" اس کا لہجہ اس قدر خوشی سے بھرا تھا کہ یہ تھکا دینے والا دن بھی اس پر کوئی اثر نہیں کر پایا۔ وہ چونک اٹھا۔

"تمہارا بیٹا ہوا ہے؟ اور تم آفس میں ہو؟ ایک بار مجھ سے بات تو کی ہوتی۔" اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ "ٹھیک ہے تم دو دن کی چھٹی پر جاؤ اور بیٹے کے ساتھ رہو! یہ میلز زیادہ اہم نہیں مگر یہ کام تم کسی کو دے جانا۔"

فارس کے لبوں پر مسکراہٹ کھلی۔

"تھینک یو سو مچ سر! میں یہی کروں گا۔" فائل اس کے میز پر رکھتے ہوئے خوشگواری سے کہتا ہوا مڑنے لگا۔

"اور ہاں۔۔" ساویز نے آواز دی۔ "بہت مبارک ہو تمہیں!" فارس نے مڑ کر ایک نظر ساویز کو دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی باتوں اور اچھی عادتوں کی وجہ سے ہر جگہ مقبول تھا۔

فارس ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

وہ اسائمنٹ جمع کروا کر باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کندھے پر لٹکتے ہینڈ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھا۔ دل عجیب سا گھبرا رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ امی ابا کو یہ جھوٹ نہ بولتی کہ باسمہ یونیورسٹی آئے گی تو وہ اسے کبھی نہ جانے دیتے۔ مگر وہ گھر بیٹھ کر اپنا مستقبل برباد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے لگا ہر بار کی طرح باصم جب اسے تنگ کرے گا تو وہ رو دھو کر چپ ہو جائے گی مگر سہہ لے گی! لیکن وہ شاید یہ بھول گئی تھی کہ اب بات پہلی جیسی نہیں رہی! اس دن اتنا تماشہ ہو جانے کے بعد اب باصم اسے ایسے ہی نہیں چھوڑے گا۔

یہ اس کی بے وقوفی تھی یا فکر مندی کہ وہ یوں گھر سے نکل گئی تھی۔

سڑک پار کر کے وہ اپنے گھر کی طرف بڑھنے لگی۔ ہر دن ایک ہی خوف! یہ خوف صرف باصم کے لیے نہیں تھا۔ یوں گھر سے تنہا نکلنے کی عادت نہیں تھی اور وہ اب یونیورسٹی سے گھر جا رہی تھی۔ دل عجیب گھبرا رہا تھا۔ جیسے جیسے قدم گھر سے قریب ہو رہے تھے اس کی گھبراہٹ میں کمی آ رہی تھی۔ وہ جلد گھر پہنچ جائے گی اس کو یقین تھا۔ اس نے پہلے کبھی بس یا رکشے کی سواری نہیں کی تھی اس لیے ابھی پیدل جانا ہی بہتر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھا۔گھر کے قریب چھوٹے بازار کے آگے سے وہ گزر رہی تھی جب سامنے بائیک سے اتر کر آتا باصم اس کی روح فنا کر گیا۔چہرہ یکدم ہی فق ہوا تھا۔اس نے پیچھے ہٹنا چاہا مگر مصیبت کے وقت پاؤں بھاری ہو گئے۔اسے لگا وہ ایک قدم بھی ہل نہیں سکے گی۔دل زور سے دھڑکنے لگا۔وہ اپنے گھر سے ایک گلی دور تھی۔باصم کا چہرہ دیکھا جو خطرناک حد تک پھیلا ہوا تھا۔بھنویں آپس میں مل چکی تھیں اور چہرے کے زاویے اس کے غصے کا پتا بتا رہے تھے۔وہ پھٹی خوفناک آنکھوں سے پیچھے ہٹتی جب باصم نے اس کا بازو سختی سے تھاما۔

"کہا تھا نا تمہیں کہ اگر کسی اور کی زندگی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو بیچ بازار سے کھینچ کر لے جاؤں گا؟"آنکھیں شعلہ اگل رہی تھیں۔گلے میں آوارہ لڑکوں کی طرح ایک کالا کپڑا بندھا ہوا تھا۔غنایہ کے بولنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوا۔الفاظ حلق میں پھنس گئے اور اسے لگا جیسے یہ لب کبھی نہیں کھلیں گے۔وہ بس اپنا بازو چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ارد گرد تمام لوگ انہیں دیکھنے لگے۔کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ غنایہ کے حق میں بول سکتا۔باصم کی موجودگی کے باعث سب کے چہروں پر دہشت قائم تھی۔

"تمہیں لگا تھا کہ باصم کو خبر ہونے تک رخصت ہو جاؤ گی؟ میں بتاتا ہوں کہ نکاح کیسے ہوتا ہے۔" ہاتھوں کی گرفت اسکے بازو پر سخت تھی۔ رنگت سفید لٹھے کی مانند ہو رہی تھی۔ قریب تھا کہ وہ منہ کے بل گر جائے گی۔ فاصلے پر کھڑے لوگ غنایہ کو پہچان گئے تھے۔ نجانے کس نے ابرار کو خبر دی اور وہ اس بیماری میں بھی تقریباً بھاگتے ہوئے آئے تھے۔ باصم بازو کھینچتا اسے وہاں سے گھسیٹتا ہوا لے کر جا رہا تھا اور وہ ہچکیاں لے کر روتی اپنے حق میں بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابرار درمیان میں کئی بار لڑکھڑائے اور خود میں ہمت جمع کرتے آگے بڑھنے لگے۔

"میری بیٹی کو چھوڑو۔" وہ چیخ کر اس کی جانب بڑھے اور غنایہ کا بازو چھڑانے لگے۔

"اوہ چاچا لگتا ہے تم بھول گئے ہو! کہا تھا نا تمہاری بیٹی مجھ سے بیاہی گی؟ سوچا بھی کیسے کہ محلے میں بیاہ دو گے اور باصم کو خبر بھی نہیں ہو گی۔" اس کا ہاتھ ابرار غنایہ سے دور کر چکے تھے۔ غنایہ باپ کے ساتھ لگ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پر خوف پھیلا تھا۔

"تم نے غنایہ کا ہاتھ بھی کیسے پکڑا یوں سر بازار؟؟" ان کا دل پھٹ جانے کے قریب ہوا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد باصم نے جیب سے پستول نکال کر اس کا رخ ابرار صاحب کی جانب کیا۔ ارد گرد کھڑے چند لوگ اس پستول کے خوف سے انہیں وہیں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ابرار نے ایک نظر پیچھے ساتھ لگ کر سسکتی بیٹی کو دیکھا اور پھر نجانے کیا سوچنے لگے۔

"ٹھیک ہے میں غنایہ کی شادی تم سے کر دوں گا۔" یہ الفاظ غنایہ کو ششدر اور باصم کے چہرے پر مسکراہٹ لے آئے۔غنایہ نے بے یقینی کے عالم میں باپ کو دیکھا۔

"ابا نہیں۔۔۔" بے یقین آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔وہ بنا آواز کے پھٹی آنکھوں سے رو رہی تھی۔

"بیٹا مجھے بھی اپنی زندگی عزیز ہے۔" بھاری گیلا لہجہ۔۔غنایہ کمزور پڑنے لگی۔آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

"اماں نے بتایا تو ہو گا کہ اگلے ہفتے ہم آ رہے ہیں؟ اگلے ہفتے! قاضی کے ساتھ ہمارا استقبال کیجیے گا۔" تو بلآخر اسکے چچا نے بھی ہار مان لی۔نگاہیں غنایہ کے چہرے کا طواف کرنے لگیں۔

"مگر اس سے ایک دن بھی پہلے نہیں!"

"چلو کیا یاد رکھو گے چچا! آج تمہاری بات مان ہی لیتا ہوں۔" وہ قہقہہ لگا کر کہتا دور کھڑی اپنی بائیک پر جا بیٹھ گیا۔جب تک وہ چلا نہ گیا ابرار اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ارد گرد

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لوگ ایک بار پھر سے جمع ہونے لگے۔ ابرار نے چکر کھا کر لڑکھڑاتی غنایہ کا بازو پکڑا اور تیزی سے آگے نکلتے گھر کی طرف بڑھ گئے۔

"مجھے اس سے شادی نہیں کرنی ابا۔" وہ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ ابرار آس پاس کھڑے لوگوں کو دیکھ کر اپنی آج ہوئی عزت افزائی کے بارے میں سوچنے لگے۔ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور عفت پریشانی سے ٹہل رہی تھیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی عفت کو کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر انہوں نے غنایہ کا بازو وا نہیں تھمایا۔

"کیا ہوا غنایہ؟" پریشان آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ وہ بیٹی کا فق چہرہ دیکھ کر گھبرا گئیں تھیں۔

"مجھے باصم سے شادی نہیں کرنی! خدارا میرے ساتھ یہ ظلم نہ ہونے دیں امی۔ میں اپنی زندگی عذاب نہیں کرنا چاہتی۔" وہ ہچکیوں سمیت رو دی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے آپ کچھ بولتے کیوں نہیں ابرار۔" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے ابرار کو دیکھنے لگیں جو انہیں ایک نظر دیکھ کر اپنا موبائل اٹھا کے کسی کو کال ملا رہے تھے۔ بیل جا رہی تھی اور موبائل کان پر ٹکا تھا۔ غنایہ اور عفت کی نظریں ابرار پر تھیں۔

"اسلام علیکم! ساویز؟" انکی آواز ابھری۔

غنایہ کی حیرانی سے بھنویں اٹھیں جبکہ ابراران دونوں کی طرف پشت کیے آگے سے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔

"آج رات تم مجھ سے ملنے آجانا میرو۔" وہ موبائل کان پر لگائے معصومیت سے خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔

"آج؟ اور وہ رات؟ روما جانتی ہو نا ورکنگ سے اور رات میں تو کبھی ممکن نہیں! میں آفس سے لیٹ آتا ہوں۔ کیسے آسکوں گا تم سے ملنے؟" نرمی سے سمجھاتا ہوا وہ دور کولیگ کو اشارے سے کام سمجھا کر آگے بڑھ گیا۔

"ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ تم مجھ سے نہیں ملے۔" لہجہ بجھا بجھا تھا۔

"میں ملنا چاہتا ہوں مگر۔۔" وہ خود ہی جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔

"مگر؟؟" اس نے جلدی سے بات کو پکڑا۔

"مگر مل نہیں پاتا۔"

"میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ بس ساتھ کچھ باتیں کریں گے اور پھر تم چلے جانا۔" وہ بھائی سے ملنے کے لیے کتنا تڑپ رہی تھی میر جانتا تھا۔ کبھی کبھی کچھ باتیں

آپ کی مرضی کے خلاف ہو جاتی ہیں اور آپ کچھ کر بھی نہیں پاتے۔۔

"میں تم سے وعدہ نہیں کر رہا مگر میں صرف کوشش کروں گا۔" وہ اسے صاف انکار نہیں کر پایا۔ دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"صرف کوشش کافی نہیں ہوتی۔" دھیمی آواز مزید دھیمی ہو گئی۔ میر کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"تم جانتی ہو میر و بھی تم سے ملنا چاہتا ہے مگر وقت اسے ملنے نہیں دے رہا۔ میں ویک اینڈ پر اس بار لازمی آؤں گا۔"

"تم نہیں آؤ۔۔ چھوڑ دو۔" دل بوجھل سا ہو گیا تو کال رکھ دی گئی۔ میر نے گہری سانس چھوڑ کر ہوا میں تحلیل کی۔ یہ وہ وقت تھا کہ میر اسے دوبارہ کال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ موبائل جیب میں رکھتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

"وعلیکم سلام! جی سر۔" ان کی کال پر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا۔

"ہم نکاح کے لیے راضی ہیں۔ آج ہی پڑھا دیں گے اگر تم آ جاؤ۔" انکی بات جہاں ساویز کے لیے خوشی کا باعث بنی، دوسری طرف وہ حیران بھی ہو گیا۔ آج؟ اتنی

جلدی؟

"آج تو میرے لیے ممکن نہیں۔۔ مگر میں کل آجاؤں گا۔ کیا میں اس جلدی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا بھتیجا باصم آج بھی ہمیں دھمکانے آیا تھا۔ میں مزید اور برداشت نہیں کر سکتا۔" انکی آواز سے ان کی گھبراہٹ کا واضح پتا لگایا جا سکتا تھا۔ "تم اپنے ساتھ گواہ لے آنا۔"

"جی بہتر۔" اس نے کال رکھ کر گلاس ڈور کے باہر دیکھا۔ جس دم مسکراہٹ گہری ہوئی اگلے دم ہونٹ سکڑ گئے۔

"گواہ!!!" ایک اور پریشانی! میر کو اس نے نکاح کے بارے میں بتایا نہیں تھا۔ اب گواہ کہاں سے اکھٹے کرے؟ اسے اپنے کچھ پرانے دوست یاد آئے۔۔ کچھ آفس کے لوگ! میر کو بتانا ابھی صحیح نہیں تھا اس لیے وہ کچھ سوچ کر گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

یوں اچانک ان کی کال اس کے کام میں اضافہ کر گئی۔

"میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے سوائے اسکے کہ میں غنایہ کا ساویز سے نکاح پڑھا دوں۔" وہ اب تھک گئے تھے۔ آنکھیں نم تھیں۔ کبھی نہیں سوچا تھا کہ سرِ بازار

ان کی عزت کا یوں تماشہ بنے گا۔ غنایہ اب پر سکون اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔

"وہ بہت ڈر گئی تھی جب آپ نے باصم اور اسکی شادی کا کہا۔" عفت انکے نزدیک کرسی رکھ کر بیٹھیں۔

"اگر میں وہ سب نہ کہتا تو بیٹی ہمارے پاس ابھی موجود نہ ہوتی۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو انکے حال چھوڑ دوں تاکہ قیامت کے روز اللہ ہی ہمارا بدلہ ان سے لے سکے۔" آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

"ساویز کی انکوائری مکمل تو نہیں ہوئی۔ کیا آپ ایسے ہی بیاہ دیں گے؟"

"میرے پاس وہ ہمت نہیں اور سرور صاحب نے دل مطمئن کر دیا ہے۔ ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں عفت! دو راستے ہیں۔۔ یا تو نکاح پڑھا دیں یا گھر بٹھا دیں۔ مگر کیا گارنٹی ہے کہ ہم نے اگر اسے گھر بٹھا دیا تو باصم نہیں آئے گا؟ کچھ دنوں میں بھابھی پھر آجائیں گی۔" ساویز کو سوچ کر دل میں سکون کی لہر دوڑی۔

"چلیں اس فیصلے میں کوئی بہتری ہی ہو گی۔ کل نکاح ہے تو کیا عاشی کو بلا لوں؟"

"خدارا اسے خبر بھی نہ ہونے دیجئے گا۔ اس بات پر تو چیخ چیخ کر اپنا گلا خشک کر لے گی۔ جب نکاح ہو جائے گا تو میں خود کال کر کے بتا دوں گا۔" ساویز نے کہا تھا کہ سارا انتظار

وہ سنبھالے گا۔وہ جلد از جلد ابھی صرف نکاح کروانا چاہتے تھے اور رخصتی کا انہوں نے ابھی سوچا نہیں تھا۔

"کیا غنایہ ٹھیک ہے؟" انہیں وہ وقت یاد آیا جب ان کی بات سن کر غنایہ کا چہرہ فق ہوا تھا۔وہ کتنا زیادہ سہم گئی۔

"جب سے اسے پتا چلا ہے کہ آپ اسکا نکاح باصم سے نہیں بلکہ ساویز سے کروا رہے ہیں وہ قدرے مطمئن ہو گئی۔میری بیٹی کو ستانے والے کبھی چین سے نہیں بیٹھیں گے! اللہ بدلہ ضرور لے گا۔" آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پلو سے صاف کرتی وہ ایک ہی بات دہراتے دہراتے اٹھ کھڑی ہوئی۔امید تھی کہ کل کا دن بھی اطمینان سے گزرے گا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تو؟؟" آج دس بجے اسے الارم نے نہیں! میر نے اٹھایا تھا۔اسے دیکھ کر وہ آنکھیں پھاڑ کر اٹھ بیٹھا۔

"ہاں تو؟ اتنا حیران کیوں ہو رہا ہے؟" اسکی حیرانی پر حیران ہوتا وہ بستر کے دوسری طرف دھپ سے گر کر لیٹا۔آنکھیں چھت کو گھور رہی تھیں۔

"نہیں بس یوں ہی حیران ہو گیا۔" اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر ابرار صاحب کے گھر جانا تھا۔

"یوں ہی بھی کیوں حیران ہوا؟" میر آفس جانے کے لیے تیار ہوا تھا۔ کوٹ پینٹ، کالی ٹائی اور سیاہ بال جو سلیقے سے بنے ہوئے تھے۔

"نہیں وہ دراصل تم آٹھ بجے آفس جاتے ہو تو میں یہ سوچ کر حیران ہوا کہ دس بجے تمہارا یہاں کیسے آنا ہوا۔" بہانہ بنا کر کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"باس فیملی ٹرپ پر ہے اور ایک ہفتے تک میں عیاشیاں کر سکتا ہوں۔ بہر حال تھوڑی دیر میں آفس کے لیے نکل جاؤں گا۔"

ساویز اطمینان سے سانس خارج کرتے ہوئے وارڈروب سے آفس کے کپڑے نکالنے لگا۔

"ویسے تو کیوں گھبرا گیا؟ جیسے کوئی بات چھپا رہا ہو؟ کہیں بنا بتائے شادی تو نہیں کر رہا؟" وہ اپنی بات پر خود ہی قہقہہ لگانے لگا۔ ساویز نے تھوک نگل کر اسے آئینے کے عکس میں دیکھا۔ "جب سے تم نے اپنی شادی کی خواہش کا ذکر کیا ہے با خدا اب میں بھی اس بارے میں دلچسپی سے سوچ رہا ہوں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں ہاں تمہیں بھی کر لینی چاہیے۔"آج اس نے سیاہ پینٹ کوٹ کے ساتھ سیاہ کالر والی شرٹ نکالی تھی۔

"تمہیں دوست یاد نہیں آتا؟"تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس کی آواز ابھری۔

ساویز جو واش روم کی جانب بڑھ رہا تھا اس کی آواز پر چونکا۔مڑ کر نگاہ اس کے چہرے پر مرکوز کی۔میر بھنویں کچھ سوالیہ انداز میں اٹھائے مبہم سا مسکرایا۔

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟"بھاری آواز نیند سے اٹھنے کی وجہ سے مزید بھاری ہوئی۔

"بس یونہی۔۔کتنے دن ہو گئے کوئی فون کال نہیں۔۔آج کل تو صرف میں ہی کرتا ہوں یہ کال۔۔"اسکی ٹانگیں بستر سے لٹک رہی تھیں جبکہ وہ خود بستر پر چتا لیٹا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں میر۔۔شاید یہ میری مصروفیت کی وجہ ہے کہ میں خود سے کال نہیں کر پایا۔۔مگر بہر حال!ایسا آئندہ نہیں ہو گا تم فکر مت کرو۔"لبوں پر مسکراہٹ سجاتا وہ واش روم سے فریش ہو آیا۔تیار ہو کر خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے وہ بار بار آئینے میں خود کو دیکھنے لگا۔

"کہیں جا رہے ہو جو اس قدر تیار ہو رہے ہو؟"وہ آج ہمیشہ کی طرح وجاہت سے بھرپور ایک ہینڈسم مرد لگ رہا تھا۔

"کیا کوئی کمی تو محسوس نہیں ہو رہی؟" اس نے میر کو دکھانے کے لیے رخ موڑا۔

"ہاں سب بہترین لگ رہا ہے مگر یہ تیاریاں کس لیے؟" وہ اب تک نہیں سمجھ پایا تھا۔

"آج میٹنگ میں باہر سے لوگ آرہے ہیں۔" ساویز اسے کسی طرح مطمئن کر گیا۔

کوٹ پہننے کے بعد اس کے بازو مزید ابھر گئے تھے۔ کندھے چوڑے اور سینہ کشادہ اس کے وقار کو مزید بڑھاتا تھا۔ میر اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کر اپنی تیاری پر نگاہ مارنے لگا۔

ساویز نے میز سے چابی اٹھا کر کوٹ کی جیب میں ڈالی۔ ہمیشہ کی طرح ساویز کے تمام پرفیوم خود پر چھڑکتا ہوا میر اس کے ساتھ نیچے چلا آیا۔

"ویک اینڈ پر ملاقات ہو گی۔" اسکی کمر تھپک کر کہتے ہوئے وہ اپنی گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔

"شاید اس سے پہلے ہی ایک ملاقات ہو جائے۔" نکاح کے بعد وہ زیادہ دیر میر سے چھپا کر مصیبت کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ نکاح کے چند روز بعد موقع ملتے ہی بتا دے گا۔ میر ایک نظر مسکراتا ہوا گاڑی میں بیٹھ کر ریورس کرنے لگا۔۔

ساویز بیک مرر میں اسے گاڑی سے نکالتا دیکھ رہا تھا۔ دل میں عجیب سے سوالات اٹھ رہے تھے کہ کیا وہ ٹھیک کرنے جا رہا تھا؟ کیا واقعی بنا سوچے سمجھے اور جانے اس لڑکی

سے نکاح کر لینا چاہیے؟ وجاہت نے اسے اس قدر مجبور کر دیا تھا کہ اسے یوں بنا سوچے سمجھے فیصلہ لینا پڑا۔ اس کے پیچھے گاڑی نکالتا ہوا وہ آگے بڑھا کر لے گیا۔

"اففف پلیز! میں اس پارٹی میں جانا چاہتی ہوں مگر یوں اکیلے نہیں۔۔ پلیز عشنا میرے ساتھ چلو۔" وہ عشنا عرف عاشی کو منانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"مینجر کی پارٹی میں؟؟ جو سال کے بارہ مہینے چیختا رہتا ہے؟ اس سے بہتر ہے کہ میں گھر بیٹھ کر اپنی جوجو بلی کی سالگرہ منالوں۔" منہ پھیر کر قدرے بیزاری سے بتایا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوہ خدارا عشنا! اپنی شوق اس کھڑوس شخص کے لیے برباد نہ کرو۔" صوفیہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ وہ آدھے گھنٹے سے اسے سمجھا رہی تھی۔

"ہاں اس لیے اپنے شوق برباد نہ کرتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی پارٹی کا حصہ نہیں بنوں گی! مینجر تو مینجر مگر اس رافع کا کیا؟ تیار ہو کر آؤں گی تو سارا وقت ہمیشہ کی طرح دیکھتا رہے گا یا پھر فلرٹ کرتا رہے گا۔ اسکی نگاہیں مجھے چبھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔"

"وہ مجھ سے کل تمہارا پوچھ رہا تھا۔ میں اس سے کہوں گی کہ عشنا پارٹی کا حصہ نہیں بن

رہی اور پھر وہ بھی نہیں آئے گا۔اس طرح تم پارٹی میں آسکتی ہو۔ کہو اب منظور ہے ؟"

یہ حل عشنا کو برا نہیں لگا۔

"ٹھیک ہے میں کچھ سوچتی ہوں۔" اسے بہلانے کے لیے فالحال اس کے پاس یہی جملہ تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

نکاح خواں کچھ فاصلے پر سامنے ہی بیٹھے تھے۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم اسے ایک بار دیکھ لو۔" ان کے دل میں عجیب خدشے تھے۔
"تم دیکھ لو گے تو ہم بھی کچھ مطمئن ہو جائیں گے۔"

"مجھے ہر حال میں آپ کی بیٹی قبول ہے آنٹی۔ آپ بے فکر رہیں۔" اس کی مسکراہٹ میں اس کی باتوں کی صدق تھی۔اب بھلا لڑکی دیکھنے کا کیا فائدہ جب وہ اپنے تمام تر ہوش حواس میں اسے قبول کر چکا تھا۔ نکاح ہونے میں پندرہ منٹ باقی تھے اس لیے وہ لاونج کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ کھلی تازہ ہوا میں سکون سے سانس لیتے ہوئے اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ نگاہ اٹھ کر دور دائیں طرف گئی جہاں غنایہ سرخ خوبصورت ڈوپٹہ پہنے تخت کے ساتھ کھڑی تھی۔ ساویز کے سامنے اس کی پشت تھی اور وہ شاید سوکھے پودوں کو چھو کر دیکھ رہی تھی۔ غنایہ اور ساویز کا نکاح الگ الگ

پڑھانے کا ارادہ تھا اس لیے وہ باہر ہی بیٹھی تھی۔ ساویز نے اپنی نگاہ کو بے اختیار اس پر ٹھہرتا پایا تو لب بھینچ گیا۔ اس کے سیاہ لمبے بال کمر کو ڈھانپ رہے تھے۔ سرخ جالی دار ڈوپٹہ آدھا سر پر تھا۔ ہاتھوں میں پہنی چوڑیاں کھنکھناتی ہوئیں آواز پیدا کر رہی تھی۔ ایک عجیب سا احساس اچانک ہی دل میں پیدا ہونے لگا۔ وہ یہ سوچ کر اپنے دل کو بے قابو کر گیا کہ مزید کچھ دیر بعد وہ لڑکی اس کی زندگی میں شامل ہو جائے گی۔۔ گولڈن کام ہوا جوڑا سنبھالتے ہوئے وہ پلٹ کر زمین سے پھول چننے لگی۔ ساویز نے ان کاجل زدہ آنکھوں کو دیکھا تو دل زور سے دھڑکنے لگا۔۔۔ اس دن یہی آنکھیں آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھیں۔ لبوں پر دھیمی سے مسکراہٹ۔۔۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ لڑکی کتنی مطمئن نظر آتی ہے۔۔ اسے اپنے ارد گرد حفاظت کی دیوار محسوس ہوتی ہو گی۔ یہ اطمینان ساویز کا چین چھیننے لگا۔ کل کی سہمی لڑکی آج کتنی پر یقین تھی جیسے اب وہ کبھی کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہو گی۔ نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ ہلکی دھوپ میں اس کی جلد چمکنے لگی۔ گالوں پر ہلکے ہلکے ڈمپل واضح ہونے لگے جب وہ اپنی ماں کو دیکھ کر مسکرائی۔

"تم خوش ہو نا غنایہ؟" وہ دونوں اس کی موجودگی سے لاعلم تھے۔ ساویز جو ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا عفت کی آواز پر کچھ چونک کر خبر دار ہوا۔

"خوشی کا نہیں معلوم مگر میں کافی حد تک مطمئن ہوں۔ کوئی بھی ہو مگر باصم نہیں۔۔

اور نہ باصم جیسا۔۔"اس کی آواز میں سکون محسوس کرتے ہوئے وہ اندر چلا گیا۔ نکاح تھوڑی دیر میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ گواہ بھی موجود تھے۔ابرار صاحب نے اس کے بابا کے بارے میں پوچھنا چاہا تھا مگر وہ آج کل سنگاپور میں اپنا بزنس دیکھ رہے ہیں یہ بتا کر انہیں تسلی دے دی۔

قاضی کے پوچھنے پر بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے غنایہ کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ جو باتیں اسے یہاں آنے سے پہلے تنگ کر رہی تھیں، غنایہ کو دیکھ کر وہ سب کچھ بھول گیا۔ اس لڑکی کو ایک مضبوط حصار کی ضرورت تھی۔۔وہ اس کے سامنے ایک بار بھی نہیں آئی تھی۔ وہ لوگ جو اس کے ساتھ گواہ کے لیے آئے تھے اسے مبارک باد دیتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ ارادے کے مطابق نکاح کے بعد وہ غنایہ سے ملنے والا تھا مگر آفس سے آتی کال اس کا فیصلہ تبدیل کر گئی۔ اسے ارجنٹ جانا پڑا۔

"میں جلد آؤں گا۔" ابرار کے سامنے شرمندہ ہو کر کہتا ہوا وہ میز سے موبائل اٹھانے لگا۔

"مگر بیٹا پانچ منٹ کی بات ہے۔ اگر تم پانچ منٹ بھی بیٹھ جاؤ گے تو وہ تمہیں بھی دیکھ سکے گی۔" وہ اسے ایسے نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔ موبائل بار بار کال آنے کی وجہ سے مستقل بج رہا تھا۔

"میں ضرور آؤں گا مگر ابھی مجھے جانا ہے۔ اگر ٹھہر گیا تو شاید کوئی بڑا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ آپ فکر مت کریں۔ میں نے اسے قبول کیا ہے تو اپناؤں گا بھی۔۔اب وہ ہی تو میری شریک حیات ہے۔ میرا انتظار کیجیے گا۔" اسکا مخصوص نرم لہجہ ابرار کے چہرے پر مسکراہٹ لے آیا۔

"کوئی بات نہیں۔ ظاہر ہے اپنا بزنس سنبھالنے والے تم اکیلے ہو اور اب خیر سے تم ہمارے بیٹے بن گئے ہو تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔ ہمیں تمہاری پریشانی کی احساس ہے۔" اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے وہ بہت محبت سے بولے۔

"یہ مٹھائی کے کچھ ڈبے ساتھ لے جاؤ بیٹا۔ دوستوں کو خوشخبری سنا دینا۔" عفت ہلکا سا ہنستی ہوئیں شاپر اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"ابھی یوں مٹھائی لے جاتا ہوا اچھا نہیں لگوں گا۔" وہ سر کھجاتے ہوا جھینپ کر مسکرایا۔ "کمپنی میں باہر سے کچھ لوگ آئے ہیں اس لیے سیدھا آفس جا رہا ہوں۔ اگر آپ کہیں تو بعد میں لے جاؤں؟" اس کی گھمبیر آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ کمرے میں بیٹھی غنایہ اس کی آواز کو بخوبی سن رہی تھی۔ لبوں پر ہلکی سی دھیمی مسکراہٹ پھیلی۔ اس کا یوں بے حد ادب و احترام سے اس کے والدین سے بات کرنا غنایہ کو اچھا لگا۔

"ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں۔۔ تم آفس کی واپسی میں لے جانا۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ساویز کی نگاہوں نے ارد گرد غنایہ کو کھوجا۔ محبت نہ بھی ہو تو نکاح کے بعد اپنے ہمسفر سے اپنائیت کا احساس ہونے لگتا ہے۔اس کے لیے یہ جگہ چھوڑنا اتنا ہی مشکل ہوا جتنا غنایہ کو اس کو جاتے دیکھنا۔ وہ اسے اب تک نہیں دیکھ پائی تھی۔۔جب وہ اپنی سفید گاڑی میں بیٹھ رہا تھا تب غنایہ نے اوپر سے جھانک کر نیچے اسے دیکھا۔ چہرہ وہ اب بھی نہ دیکھ سکی۔ بس اس کے بال جو ہوا کے باعث ہل رہے تھے اور نظریں ساکت کر دینے والی ڈریسنگ دیکھ کر اس نے ساویز کا اندازہ لگایا تھا۔۔آنکھوں پر کالا چشمہ تھا اور اب وہ گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی غنایہ اپنے کمرے کے بستر پر بیٹھ گئی۔ گہری لمبی سکون بھری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے ساری تھکاوٹ، بیزاری اور خدشوں کو خود سے باہر نکالا تھا۔ سرخ ڈوپٹہ اب بھی سر پر تھا۔۔وہ تیار اس کے لیے ہوئی تھی تاکہ نکاح کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔ نجانے کیوں اب اسے کسی کا ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔ جیسے اب کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔اب وہ کسی کی امانت ہے۔۔اب کوئی اس کا محافظ ہے۔۔اب ان دونوں کے درمیان کسی تیسرے کی دیوار نہیں کھڑی ہو سکتی تھی۔۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم کسی دن آفس سے چھٹی لے کر میرے پاس آجاؤ! بلکہ نہیں میرے گھر نہیں۔۔ ہمیں کہیں باہر ملنا چاہیے۔"ساویز خبر سنانے کے بعد اپنے کمرے کی چیزیں میر کے ہاتھوں ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ غصے میں میر کو چیزیں پھینکنے کی عادت پرانی تھی۔وہ کمپنی میں داخل ہو کر اوپر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"آفس سے چھٹی کیوں؟میں بریک میں آجاؤں گا۔"موبائل کے دوسری طرف سے میر کی آواز ابھری۔

"نہیں خدارا ایسا مت کرنا۔کیونکہ جو بات میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں اسے سننے کے بعد تم غصے میں آفس جاتے بلکل اچھے نہیں لگو گے۔پھر ہم وہ دن ساتھ گزاریں گے۔" کوٹ درست کرتے ہوئے وہ اپنے آفس روم میں داخل ہوا۔پیچھے مینجر اور کچھ ایمپلائیز فائلز لیے اس کے پیچھے آئے۔ساویز نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں ٹھہرنے کا کہا۔

"مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔یقیناً تم نے کچھ کیا ہے۔مگر ابھی نہیں۔۔آفس میں کچھ کام ہے تو اس لیے چھٹی نہیں لے سکتا اور آنے والا اتوار مجھے ہر حالت میں روما کے ساتھ گزارنا ہے۔ہم منگل کے روز مل سکتے ہیں۔"وہ شاید کام میں مصروف تھا۔

"جو تمہیں ٹھیک لگے۔میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں کچھ دیر میں گیسٹ کے ساتھ میٹنگ ہے۔"کال کاٹ کر جلدی سے میز پر موبائل رکھتا ہوا وہ مینجر کی بات سننے لگا۔

✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾

وہ ناشتہ سے فارغ ہو کر زینے چھیڑتا ہوا اوپر آرہا تھا جب ایک بند کمرے کی جانب نگاہ پڑی۔۔قدم لڑکھڑاتے ہوئے وہیں رک گئے۔وہ بمشکل خود کو سنبھالتا ہوا اس کمرے کے سامنے سے جلدی گزرنے لگا۔ان گزری یادوں کو سوچنا اس کے لیے کسی عذاب سے کم نہ تھا۔نگاہ جان کر نیچی کرلیں تاکہ دوبارہ کمرے کی جانب نہ اٹھیں۔

"ڈرائیور گاڑی نکال رہا ہے باس۔"فراز اسے اطلاع دینے کے غرض سے اوپر آیا تھا۔

"اس سے کہو آدھا گھنٹہ مزید ٹھہر جائے۔"آواز گھٹنے لگی۔گہری گہری سانسیں لیتا وہ تیزی سے زینے چڑھتا ہوا کمرے میں آگیا۔ڈپریشن کا وہی اٹیک جو اسے پرانی باتوں کو سوچنے پر آتا تھا۔وہ اپنا وحشت زدہ چہرہ آئینے میں دیکھنے لگا۔دماغ کتنے ہی سوچوں سے گھرا ہوا تھا۔وہ اسے بچا نہ سکا۔۔پچھتاوا اسے ختم کر رہا تھا۔کاش کہ اس دن وہ گھر میں ہی ٹھہر جاتا۔۔اسے آئینے میں اپنا آپ برا لگنے لگا۔

"تم کسی کام کے نہیں وجاہت!" ضبط ٹوٹا تو پوری قوت سے خود کو کہتے ہوئے اس نے آئینے پر مکا مارا۔ شیشہ اس کا کیا وار سہہ نہ سکا اور ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس کا ہاتھ ابھی بھی ہوا میں ہی تھا جب کسی نے تیزی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وجاہت نے سرخ نگاہوں سے اندر داخل ہونے والے شخص کو دیکھا۔ کمرے میں ہلکا اندھیرا تھا۔ باہر سے آنے والی تیز روشنی آنکھوں کو چبھنے لگی۔ روشنی کم ہوئی تو اس نے آنکھیں چندھیا کر اسے دیکھا۔ سانسیں ٹھہر سی گئیں۔ چہرے پر کسی ایک بات کا ڈر نمودار ہوا۔

"پریزے۔۔۔" یہ اس سے کیا ہو گیا۔ اس کا یہ جنونی پن یقیناً وہ دیکھ چکی ہو گی۔ پریزے بنا کچھ کہے سنگھار میز کی جانب بڑھی اور اس کے پرفیومز اور دیگر سامان کانچ کے درمیان سے اٹھانے لگی جو میز سے گر کر زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔

"وہ شیشہ خود ہی ٹوٹ گیا۔۔" اس نے تھوک نگل کر صفائی میں کہنا چاہا۔ وہ پریزے کو کسی ممکن نہیں کھونا چاہتا تھا۔ اسکے لیے یہ سوچنا بھی محال تھا۔۔ ایک جان لیوا خوف۔۔

"میں نے کچھ نہیں کیا پریزے۔۔۔ یہ سب خود ہوا ہے۔" اسکی سرخ ہوتی ہری آنکھیں اب خوف میں مبتلا تھیں۔ ہاتھ کی پشت انگلیوں کی طرف سے کچھ زخمی تھیں۔ اس نے اپنا وہ ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔ پریزے کا آنچل لٹک رہا تھا اور وہ اب سامان دوبارہ میز پر سجاتی ہوئی کسی ملازم کو صفائی کے لیے آواز دینے دروازے تک بڑھنے لگی۔ وجاہت

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بستر پر بالوں کو ہاتھوں میں جکڑے تھوڑی دیر پہلے ہوئے واقعے پر ششدر تھا۔ نجانے وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہی ہو گی۔۔ایک بار پھر پچھتاوے نے آگھیرا تھا۔۔وہ سر جھکا فرش کو افسوس سے تکتا رہ گیا۔

"ہم نے غنایہ کا نکاح کر دیا ہے۔" ہمت کر کے بالآخر انہوں نے بتا ہی دیا۔ فون کے دوسری طرف سے چیخ ابھری۔

"کیا مطلب آپ کا؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟" ابرار نے سختی سے پوچھا۔

"ایسے اتنی جلدی کیسے؟؟؟ اور کیوں؟؟ کس سے کیا اور مجھے بتایا کیوں نہیں؟؟" اس کے ڈھیروں سوالات پر وہ محض سانس خارج کرتے رہ گئے۔۔عاشی کا ششدر ہو جانا بنتا بھی تھا۔

"خاموش رہو عشنا! بہن سے مل کر مبارک باد دینی ہے تو گھر آ جاؤ! یہ نکاح ہمیں مجبوری میں کرنا پڑا ہے۔ تمہارے اس سوال کا جواب کہ تمہیں کیوں نہیں بتایا، خود

سے مل جائے گا۔خدا حافظ۔"جواب سنے بغیر انہوں نے کال رکھ دی۔اب وہ ہونے والے تماشے کا انتظار کرنے لگے جو عشنا نے گھر آکر کرنا تھا۔

"تم مجھے غلط نہیں سمجھنا۔یہ سب ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔"اسکا انداز تھکا تھکا سا تھا۔۔ جیسے وہ اب خود سے تھک گیا ہو۔

"اپنا ہاتھ دکھاؤ۔"اس کے سامنے صوفہ رکھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔وجاہت نے ذرا سا چونک کر اس کے سامنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی آگے کی۔

"یہ نہیں۔۔جس میں کانچ چبھی ہے۔"وہ اب برابر رکھی سائیڈ ٹیبل کی دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال رہی تھی۔

"کک۔۔کیوں؟"کسی بات سے خوفزدہ آنکھیں۔۔۔

"کیونکہ جب کسی پر وار کیا جاتا ہے تو ہاتھ ہمارے بھی زخمی ہوتے ہیں۔"گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے روئی نکالنے لگی۔وجاہت نے خاموشی سے پریزے کے آگے زخمی ہاتھ رکھا۔چوڑے شانے آگے جھک کر بیٹھنے کی وجہ سے کچھ جھکے ہوئے تھے۔وہ اب اس کے ہاتھ سے باریک کانچ نکال رہی تھی۔

"تم مجھے کچھ غلط تو نہیں سمجھ رہی نا؟" بھاری گھمبیر لہجہ۔۔اس کا الجھا ہوا چہرہ دیکھ کر پریزے نے نگاہ اٹھائی۔

"اس میں غلط سمجھنے جیسا کچھ نہیں ہے۔"

"میں نے ایسا پہلے کبھی نہیں کیا۔۔یہ سب بس۔۔۔کیسے ہو گیا میں سمجھ نہ سکا۔۔"

تھوک نگل کر کہتے ہوئے وہ اندر ہی اندر شرمندہ ہو رہا تھا۔۔یہ سب پہلی بار نہیں تھا۔ آج سے پہلے دو دفعہ بھی اس نے یوں ہی آئینہ توڑا تھا۔ایسا اس نے کبھی جان بوجھ کر نہیں کیا۔جب دماغ کی نسیں پھٹتی ہوئے محسوس ہوتیں تو وہ یوں ہی مکا مار کر خود کو قابو کرنے کی کوشش کرتا۔

"اپنے آپ کو زخمی مت ہونے دو وجاہت!" پریزے کا محبت بھرا نرم لہجہ اس کے دل میں مزید احساسِ شرمندگی پیدا کر گیا۔

"میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا مگر میں خود پر قابو نہیں رکھ پاتا ہوں پریزے۔ سکون تھی وہ میرا۔۔چھ ماہ ہو گئے ہیں مگر کبھی سکون سے سانس بھی نہ لے سکا۔یہ ایک سال میری ساری امیدوں کے برعکس بیت رہا ہے۔" ہری آنکھیں موندلی گئی۔وہ اب اس کے ہاتھ کو پٹی کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں تمہیں اس سے بے پناہ محبت تھی اور میں یہ بلکل بھی نہیں کہوں گی کہ ان سب باتوں کو جانے دو۔۔اس کی کمی ساری زندگی محسوس ہو گی۔" بے حد نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت پر وہ اپنا ہاتھ پھیر رہی تھی۔ وجاہت نے سر پیچھے کیا۔ خالی خالی آنکھیں موندلیں تو دو آنسو نکل پڑے۔

"پریزے۔۔"اس کی دھیمی مگر بھاری آواز ابھری۔

"میں سن رہی ہوں۔"

"مجھے چھوڑ کر مت جانا۔" یہ بات تکلیف سے کہی گئی تھی۔اس کا ایک آخری سہارا اب یہی رہ گیا تھا۔ "اب میں دوبارہ کسی کا بچھڑنا برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ میرے پاس رہنا۔۔"اس کی ہاتھ کی گرفت پریزے نے خود پر کچھ مضبوطی سے محسوس کی۔

"میں تمہاری اپنی ہوں۔"

"اپنے ہی بچھڑ جاتے ہیں۔ یہ بھلا مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔۔ مگر تم۔۔ تم مت جانا۔ میری سانسیں تھم جائیں گی۔"

ماضی میں کسی کے بچھڑ جانے کے بعد وہ کسی اور کو کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ اسے ساویز کا خیال آیا تو انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔۔پریزے اپنی موجودگی کا احساس

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دلاتے ہوئے اس کا ہاتھ اب بھی سہلا رہی تھی۔ وجاہت کچھ پر سکون ہونے لگا۔

وہ رات کے تقریباً دس بجے آفس سے نکلا تھا جب ابرار صاحب کی کال سے موبائل بج اٹھا۔ ویسے تو اس کا ارادہ اب اپنے گھر جانے کا تھا کیونکہ وہ اتنی رات کو ابرار صاحب کے گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔۔ مگر ابرار صاحب کے اصرار پر وہ اپنا ارادہ بدلتا گاڑی ان کے گھر کی طرف موڑ گیا۔ گاڑی کے بیک مرر میں خود کو دیکھتے ہوئے اس نے بال سنوارے تھے۔ اب رشتہ کچھ مختلف تھا۔ لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے وہ گاڑی سے اتر کر گھر کی بیل بجانے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آرہا ہوں بیٹے۔" انہیں شاید اسکے آنے کا یقین تھا کہ بغیر پوچھے ہی اسے پکارتے دروازہ کھولنے بڑھ گئے۔

"اسلام علیکم۔"

"وعلیکم سلام! ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" گہری مسکراہٹ لبوں پر لاتے وہ اس کے ہمراہ لاونج میں داخل ہوئے۔

"میں آپ لوگوں کو اتنا انتظار کروانے کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔" جھینپ کر کہتے

ہوئے وہ عفت کو سلام کرنے لگا جو اس کی آواز پر کمرے سے باہر آئی تھیں۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں بیٹا۔ میں نے تمہارے لیے کافی مٹھائی پیک کر کے رکھی ہے۔" وہ فریج سے مٹھائی کے ڈبے نکال رہی تھی۔ ابرار صاحب باہر تخت سے پر ہی بیٹھے تھے۔ ارد گرد دیکھتے ہوئے کہ شاید وہ موجود ہو ساویز کی نگاہ غنایہ کے کمرے کی جانب پڑی جس کا دروازہ کھلا تھا۔ اس کی نگاہیں غنایہ کو تلاشنے لگیں کہ کہیں سے وہ اس کی ایک جھلک دیکھ سکے۔ عفت نے اس کی بیتابی صاف محسوس کی۔۔

"آج کا دن اس کے لیے کافی تھکا دینے والا تھا۔ اس لیے وہ جلدی ہی سو گئی۔ اب وہ تمہاری بیوی ہے تمہیں اس سے ملنے کے لیے کسی بھی بہانے کی ضرورت نہیں۔۔ تم جب چاہو مل سکتے ہو۔" ان کے خلوص پر وہ دل سے مسکرایا۔

"ٹھیک کہہ رہی آپ۔۔ ابھی ان کی نیند ڈسٹرب ہو گی اس لیے میں غنایہ سے بعد میں مل لوں گا۔" شاپر ہاتھ میں پکڑ کر دل کی طلب پر ضبط کرنے لگا۔۔۔ لیکن ابھی بھی ایک ایک پریشانی تنگ کر رہی تھی۔۔ میرویس! اسے بتانا قیامت سے کم نہ تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

"وہ کہاں ہے؟" کان میں موبائل ٹکاتا ہوا وہ اپنے لیے کافی بنا رہا تھا جبکہ دوسری طرف اوون میں کھانا گرم ہو رہا تھا۔

"اپنے کمرے میں پڑھ رہی ہے۔"

"میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا انتظار کرو۔" ان کے جواب کے بعد اماں نے روما کو آواز دی تھی۔ میر کال اسپیکر پر رکھ کر ان کی آوازیں سننے لگا۔ جواب میں روما کی جانب سے خاموشی تھی۔

"ذرا دیر کی بات ہے۔ کر لو بات! بھائی خود بات کرنا چاہتا ہے۔" ان کی آواز فون پر ابھری۔ میر کافی میں چمچ گھمانے لگا۔ وہ جان گیا تھا کہ روما اس سے بات نہیں کرنا چاہ رہی۔

"جانے دو اسے!! وہ تم سے بات کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ نادان لڑکی! چھوٹی چھوٹی باتوں پر یوں ناراض ہو جاتی ہے۔" وہ غصے سے اکتا کر کہتیں روما کے کمرے سے نکل آئیں۔

"میری غلطی تھی۔" تین لفظ ہی بہت تھے۔۔ وہ ادا کر کے خاموش ہو گیا۔۔ نجانے اس میں غلطی کیا تھی؟ آفس کی یا مصروف روٹین کی۔۔ "اتوار کو آؤں گا۔ ابھی فون رکھتا ہوں۔" بوجھل ہوتے دل سے کال رکھ کر اس نے کافی کا مگ لبوں سے لگا لیا۔

"وہ اس کا نکاح یوں اچانک کیسے کر سکتے ہیں!" غصے سے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھی۔ "نجانے کون ہے وہ لڑکا ہے اور مجھے کیوں نہیں خبر ہونے دی۔" سامنے رکھی فائلز جس پر وہ ایک گھنٹے سے کام کرنے کی کوشش کر رہی تھی ایسے ہی کھلی پڑی تھیں۔اسے خیال آیا اگر ساری رات وہ یہی باتیں سوچتی رہی تو فائلز پر کام نہیں کر سکے گی۔

"یہ بھی زبردستی کروایا ہوگا ابا نے!! یقین ہے مجھے۔۔اور میری بہن! اف!! اتنی کم عقل اور بے وقوفی کیسے ہو سکتی ہو۔۔" سامنے رکھا آئس کریم کا پیالہ اٹھا کر اس نے چمچ بھر کر منہ میں ڈالا۔وہ سوچنے لگی کہ پارٹی والے دن کے لیے معذرت کر کے وہ غنایہ کی خبر لینے چلی جائے گی مگر دوسرے ہی پل اس نے منہ لٹکا لیا۔

"پارٹی والا دن تو بہت دور ہو جائے گا۔مجھے اگلے ہفتے ہی کسی دن جانا ہو گا۔" بھنویں چڑھی ہوئی تھیں۔وہ اپنے بالوں کو جوڑے میں قید کرتی ہوئی خود کو کام کی جانب متوجہ کرنے لگی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

وہ وعدے کے مطابق اتوار کے روز اماں کے گھر آیا تھا۔ہاتھوں میں ڈھیروں شاپنگ کے تھیلے تھے جو اس نے روما کے آگے رکھے تھے۔وہ خود کو کہانی کی کتابوں مصروف

رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"تمہارے لیے لایا ہوں۔" بوٹس اتار کر وہ بستر پر گرنے کے انداز میں بیٹھا۔

"اس میں کیا ہے؟" اس کی نگاہیں نا چاہتے ہوئے بھی شاپرز کی جانب اٹھیں۔

"خود دیکھ لو۔۔" لبوں پر ہلکی شریر مسکراہٹ تھی۔ وہ جانتا تھا روما سے رہا نہیں جائے گا۔

"مگر مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" اس نے نگاہیں پھیر لیں۔

"میں جانتا ہوں تمہیں دوسری لڑکیوں کی طرح کپڑوں اور جیولری وغیرہ میں دلچسپی نہیں۔۔اس لیے خود سوچ لو کہ اس کے اندر کیا ہو گا اور تمہیں چاہیے یا نہیں۔۔" میر ویس روما کے دماغ سے کھیلنے والا بندہ تھا۔ روما کی نظریں پھر بھٹکنے لگیں۔

"کھانے پینے کی چیزیں ہیں؟" ترچھی نگاہوں سے پوچھا گیا۔

"ہاں شاید۔۔چاکلیٹس اور بہت کچھ۔۔" ایک آئبرو آچکا کر اس نے تھیلا اس کی جانب کیا۔ روما لب بھینچ کر اسے کھولنے لگی۔۔گویا لوڈو میں میر کا نمبر اچھا آیا اور گوٹی گر گئی! روما کو منانا کبھی اتنا مشکل نہیں ہوا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ چمکی تھی جب اس نے اندر ڈھیر ساری کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھا۔

"یہ تم میرے لیے لائے ہو؟" آنکھوں میں ڈھیروں خوشی تھی۔

"ہاں اور اب چلو بھائی سے زیادہ ناراض نہ رہو!" اس کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا اور اب وہ کھنچتی چلی آئی تھی۔ اس کا سر اپنے کندھے پر ٹکا وہ اب اس کے بال سہلا رہا تھا۔

"تم بلکل اچھے نہیں میرو!" چہرہ دکھی ہو گیا۔ "میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا۔"

"اب آ گیا ہوں۔ مجھ سے یوں ناراض مت ہوا کرو۔ میرا وقت نہیں گزرتا۔" اس نے گہری سانس ہوا میں چھوڑی۔

"تمہیں ہر ویک اینڈ پر مجھ سے ملنے آنا چاہیے۔ میرا بس چلے تو میں تم سے روز ملوں مگر اماں کہتی تمہاری جاب بہت مشکل ہے۔۔پورا ہفتہ گھر میں اکیلی رہتی ہوں۔ نہ کوئی دوست نہ کوئی مصروفیت۔" میر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کتنی سنجیدگی سے سوچتی ہے۔

"تم صحیح کہہ رہی ہو۔" وہ اس کی بات سے اتفاق کرتا ہوا محبت سے بولا۔ "چلو اب یہ سب چیزیں سنبھال کر رکھو ورنہ اماں نے دیکھ لیا تو بہت ڈانٹ پڑے گی۔" سر پر چپت لگا کر کہتا وہ اس کے ساتھ سامان سمیٹنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE

ان پانچ دنوں میں ایک بار بھی وہ غنایہ سے ملنے نہ جا سکا۔ وہ فالحال اس کے بارے میں کچھ سوچ نہیں رہا تھا اور کچھ مصروفیت بھی تھی۔ منگل کے روز منصوبے کے مطابق میر اور ساویز نے آفس سے چھٹی کی تھی۔ اس بار ساویز اسے ریسٹورینٹ نہیں بلکہ ہوٹل لایا تھا کیونکہ اگر میر وہاں اس پر چیختا تو شاید ریسٹورینٹ کی انتظامیہ دونوں کو باہر کر دیتی۔

"کیا بتانا تھا تمہیں؟ میں نے یہ پانچ دن اسی تجسس میں گزار دیے کہ نجانے کیا بات ہو گی۔" چائے کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے وہ قدرے تجسس سے بولا۔ ساویز نے بے سکونی سے سانس بھری۔

"تم غصہ نہیں کرو گے۔" آنکھوں ہی آنکھوں سے سمجھاتے ہوئے کہا گیا۔ میر نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کپ میز پر رکھا۔ یہ ایک کھلا اقہ تھا جہاں نہ ہونے کے برابر لوگ تھے۔ دو تین میز پر کچھ دور لوگ بیٹھے۔ ماحول میں ٹھنڈی فضا کا دخل تھا۔

"میر کی خاصیت ہی یہی ہے کہ اس کو غصہ نہیں آتا۔" ایک انداز سے کہتے ہوئے اس نے اپنا کالر پکڑا۔

"میں نے نکاح کر لیا ہے۔" بنا ٹھہرے وہ جلدی سے بولا۔ اگلے ہی پل ماحول میں خاموشی چھا گئی۔ ساویز اس کے بنا تاثر چہرے کو دیکھنے لگا۔ یقیناً اب جو ہونے والا تھا وہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ٹھیک نہیں تھا۔ اگلے ہی پل اس کا فلک شگاف قہقہہ گونجا۔

"ہاہاہا۔۔میرے چہرے پر بے وقوف لکھا ہے؟" ہاتھ میز پر مارا تھا۔ ساویز کا دل چاہا اس کو کچھ دور کھائی میں پھینک آئے۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یاد نہیں وہ لڑکی جس کا میں نے تمہیں بتایا تھا؟ اور وہ ابرار صاحب؟ جن کی بیٹی کو باصم نامی لڑکا تنگ کرتا تھا؟" چائے کا کپ لبوں سے لگا کر بتاتے ہوئے وہ میر کو قدرے سنجیدہ لگا۔

"ہاں تو؟" خطرے کی بو محسوس ہوئی۔

"اس لڑکی سے نکاح کر لیا ہے۔ غنایہ نام ہے اس کا۔۔" وہ بتا کر خاموش ہوا۔

"یہ مذاق ہے۔۔۔ہے نا؟" وہ اب بھی یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

"میں اس طریقے کا مذاق کیوں کروں گا یار!" ساویز نے بھی کندھے اچکائے۔ "اس لڑکی کا نام غنایہ ہے۔ انہیں اپنی بیٹی کے لیے کسی سہارے کی ضرورت تھی۔۔اور مجھے کسی سے شادی کی۔۔ چلو کم از کم اس شادی کا مجھے بھی کچھ فائدہ ہے۔ وجاہت جب جان جائے گا تو شاید اس کا زور کچھ کم ہو جائے۔" ماتھے پر ہلکے ہلکے بل نمودار ہوئے۔ اس کے برعکس میرویس کا چہرہ غصے کی شدت سے لال بھبوکا ہو چکا تھا۔

"تو نے نکاح کر لیا؟ مجھے بتائے بغیر؟؟" وہ اٹھ کر اس کی جانب بڑھتا کہ ساویز پہلے ہی کھڑا ہو گیا۔

"میں نے کہا تھا نا تم غصہ نہیں کرو گے۔" قدم پیچھے کی جانب اٹھ رہے تھے۔ انگلی سے یاد دلاتے ہوئے وہ پہلی بار گھبرایا تھا۔

"غصہ اور میر؟؟" اس نے دانت پیس کر اپنے آستینیں چڑھائیں۔ "میں کب کر رہا ہوں غصہ۔۔" سرخ چہرہ اس کی جانب تھا۔۔ خونخوار آنکھیں اس پر ٹکاتے ہوئے وہ آہستگی سے اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"دیکھ میر! یہاں کچھ فاصلے پر کھائی ہے اور اگر تم مجھے مارنے والے ہو تو یہ کام بعد میں انجام دینا۔ میں کسی طور کھائی میں نہیں گرنا چاہتا میرے ساتھ اب میری بیوی کا ساتھ ہے۔" اسے سمجھانا ہمیشہ کی طرح بیکار گیا۔ اب منظر کچھ مختلف تھا۔ ساویز تیزی سے بھاگ رہا تھا اور میر ویس اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔۔

"میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔۔" میر ویس نے دانت کچکچائے۔

"میں تمہیں بتانا چاہتا تھا مگر یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ بتا نہ سکا۔" وہ بھاگتے ہوئے کھائی کی جانب آ کر رکا تھا۔ میر نے وہاں پہنچ کر اس اس کے سینے پر زور سے مکا مارا۔ ساویز کراہتے ہوئے کچھ دور ہٹ گیا۔ اس کا کالر میر ویس کے ہاتھ میں تھا۔

"مجھے تجھ سے ذرا بھی یہ امید نہیں تھی ساویز!"جھٹک کر خود سے دور کیا۔

"میں مانتا ہوں میری غلطی ہے۔"

"ہم کتنے سالوں سے دوست ہیں۔درمیان میں کوئی راز نہیں جو ایک دوسرے چھپایا ہو۔ مگر یہ تم کیسے کر سکتے ہو!"اس کا غصہ اب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔اس کے بدلے بھڑاس تھی جواب نکل رہی تھی۔ساویز کو اختلاج ہوا۔لب بھینچ کر اس کا خفا خفا سا لہجہ محسوس کرتے ہوئے وہ خود کو کوس رہا تھا۔

"تم یوں نکاح کیسے کر سکتی ہو؟"وہ غصے سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

"تم سمجھتی کیوں نہیں کہ یہی ایک راستہ تھا۔۔اور اب میں مطمئن ہوں۔"بستر پر بیٹھی غنایہ اپنی جیولری دیکھ رہی تھی۔

"باصم جیسے لڑکوں سے لڑا جاتا ہے غنایہ نہ کہ ان کے ڈر سے کنارہ ڈھونڈا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو میں گھر سے چلی گئی! ساری زندگی خود بھی لوگوں سے خوف کھاتے رہے اور چاہتے ہیں کہ ان کی اولادیں بھی ایسی ڈری سہمی، کم ہمت رہیں۔میں اس بات

کے ذرا حق میں نہیں۔ تم مجھے ایک بار بتاتی تو میں اس خبیث آدمی کو دو تھپڑ لگا کر آتی۔ آئندہ سے کبھی وہ یوں نہ کرتا۔" مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔ غنایہ نے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے مگر تم کہاں تھیں عشنا؟ جب مجھے تمہاری ضرورت تھی تم کہاں تھی؟ اپنی زندگی میں مگن؟ تمہارے پاس میرے لیے ذرا وقت نہیں ہوتا۔ اتوار کے اتوار بھی بمشکل ملنے آتی ہو اور تم چاہتی ہو میں تمہیں بتاؤں؟ پچھلے کئی مہینوں سے وہ میرے پیچھے ہے۔ میرا ذہنی سکون برباد ہو گیا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ جلدی پاگل ہو جاؤں گی۔ اس نے دن رات ہمیں اذیت دی مگر تم کہاں تھی؟ ایک الگ گھر ہے تمہارا ایک الگ دنیا ہے تمہاری! اگر تمہیں ذرا فکر ہوتی تو مجھ سے ملنے بار بار آتی۔۔۔ پھر شاید میں تمہیں بتا دیتی کہ میرے ساتھ کیا ہوتا آیا ہے۔ بابا کا کیا فیصلہ بلکل ٹھیک تھا اور اب مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔"

اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ پہلی باریوں بہن سے سختی برتنے کے بعد وہ کچھ پر سکون تھی۔ عشنا کے لب سلے گئے۔ اس نے غنایہ کو دیکھا۔۔ اس کے لیے کہنا کتنا آسان تھا لیکن اگر وہ سمجھ لے کہ عشنا کی زندگی اتنی آسان نہیں تو شاید وہ آئندہ یہ نہ کہے۔۔ لمبی خاموشی پھیل گئی۔ وہ کافی دیر تک کچھ نہ بولی بس ٹکٹی باندھے کھڑکی کو دیکھتی رہی۔ اس کی باتیں عشنا کو ذہنی طور پر مفلوج کر گئیں حالانکہ وہ ہمیشہ غصے کی تیز رہی

ہے۔ہاں واقعی اس کے پاس اپنی بہن کے لیے وقت نہیں تھا۔۔

"کیا نام ہے اس کا؟"اس بار آواز کچھ مدھم دی۔

"ساویز۔۔"غنایہ کو یوں اسے اتنا کچھ کہنا برا لگا۔

"اسے دیکھا تو ہو گا؟"

"نہیں۔"

عشنا کی آنکھیں پھٹیں۔۔یعنی ابا نے لڑکے کو اسے دکھانا بھی پسند نہیں کیا۔

"کرتا کیا ہے اور اتنی اچانک شادی پر وہ کیسے آمادہ ہو گیا؟"

"بزنس مین ہے۔۔اور رشتہ ابا نے نہیں۔۔اس نے دیا تھا۔"اس نے عشنا کے علم میں اضافہ کیا۔

"اوہ۔۔"وہ اب ماجرا سمجھی تھی۔

"کافی دن ہو گئے ہیں نکاح کو پھر وہ کیوں نہیں ملنے آیا؟ کیا اسے تم سے ملنے کی چاہ نہیں؟"اس کا یہ سوال غنایہ کو کشمکش میں ڈال گیا۔خاموشی کے سوا کوئی اور جواب ہی نہ ملا۔عشنا کے لیے اس کی خاموشی ہی سب کچھ تھی۔وہ محض دانت پیس کر رہ گئی۔وہ ابھی کچھ کہتی کہ نیچے سے چیخنے کی آواز آئی۔غنایہ کی رنگت فق ہوئی۔چیخنے کی آواز

باصم کی تھی۔ عشنا نے صاف اس کی رنگت سفید ہوتے دیکھی۔ یہ وہی شخص تھا جس کی وجہ سے اس کا باپ غنایہ کا نکاح کروانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ وہ اپنا بیگ وہیں چھوڑ کر نیچے کی جانب بڑھی۔

"تم مت جاؤ خدارا۔" کہیں عشنا کوئی مصیبت نہ کھڑی کر دے۔

"تم اوپر ہی رہو غنایہ! اگر تماشہ دیکھنے کا دل چاہے تو سیڑھیوں پر کھڑے ہو جانا۔" وہ تیزی سے وہاں سے نکلتی نیچے پہنچی۔

"کہاں ہے وہ؟؟ کہا تھا نا ایک ہی محلے میں رہ کر باتیں چھپا نہیں کرتیں! کیسے نکاح پڑھا دیا؟؟" تائی اماں اپنی عادت سے مجبور چیخ رہی تھیں۔

"چاچا تجھے کہا بھی تھا کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔" اس کے ہاتھ ابرار کے کالر تک پہنچ رہے تھے۔

"جائیداد سے تو تم لوگ ویسے ہی ہاتھ دھو بیٹھے ہو! اپنی لڑکی کا نکاح کروا دیا ہمیں بے وقوفی بنا رہے تھے؟" ان کی چیخ سے کمرہ گونج رہا تھا۔

"کیا ہوا اگر نکاح ہو گیا ہے؟ لے کر تو اب بھی جاؤں گا اور ساتھ رکھوں گا۔۔ جب تک وہ کمینہ شخص اس کو خود بد چلن سمجھ کر طلاق نہیں دے دیتا۔"

عفت کی آواز حلق میں پھنسی ہوئی تھی اور ابرار اس کا ہاتھ اپنے گریبان سے دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ عشنا آخری زینے پر کھڑی اس کی بیہودہ بات پر سرخ ہوتی تیزی سے باصم کی طرف بڑھی۔ تائی اماں نے جب اسے دیکھا تب تک وہ باصم کے رخسار پر اپنے ہاتھ کا نشاں چھوڑ چکی تھی۔ تھپڑ کی آواز سے کمرا گونج اٹھا۔

"میری بات اب غور سے سنو!" دونوں ہاتھ مضبوطی سے اس کے گریبان پر تھے۔ "میری بہن تمہاری جاگیر نہیں جس پر تم اپنا حق سمجھو! ابھی ایک تھپڑ مارا ہے اگر یہ بات دوبارہ کی تو دو ماروں گی۔" وہ چیخ رہی تھی جبکہ باصم ششدر کھڑا تھا۔ "عمر میں تو غنایہ کے برابر ہو مگر عقل میں ہمیشہ صفر ہی رہے ہو۔" وہ اپنی بڑے ہونے کا پورا ثبوت دے رہی تھی۔ "یہ ہاتھ جو میرے باپ کے گریبان تک گئے ہیں اگر دوبارہ گئے تو جو حال میں کروں گی اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے کیونکہ تم میرے گھر والوں کو توڑ اسکتے ہو مگر مجھے نہیں۔۔ آوارہ بدکردار آدمی!" ایک تھپڑ اور مار کر اس نے باصم کو پیچھے کیا تھا۔ غنایہ نجانے کب سیڑھیوں پر آ کھڑی ہوئی۔ ابرار نے اس بار عشنا کو روکا نہیں تھا۔

"میرے لڑکے کو تو نے۔۔۔" تائی اماں بھپڑ کر جملہ مکمل کرتیں کہ عشنا نے ان کی زبان روکی۔

"خاموش ہو جائیں محترمہ! آپ اپنے اس دو نمبر بیٹے پر اگر تھوڑی توجہ دے دیتیں تو وہ آج بے غیرت اور بد معاش نہ نکلتا۔ میں آپ کی صرف اس لیے عزت کرتی ہوں کیونکہ آپ رشتے میں تائی اماں کا مقام رکھتی ہیں حالانکہ آپ کو دیکھ کر محسوس نہیں ہوتا کہ اتنی عزت کی ضرورت ہے آپ کو۔۔" کٹیلے لہجے میں کہتی وہ تائی اماں کا منہ بند کروا گئی۔

"عشنا بیٹا۔" ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"کیا ابا؟ یہ لوگ یہی کچھ ڈیزرو کرتے ہیں۔ بد معاش اور بے حیا لوگ۔۔" اس کا چہرہ اب بھی سرخ تھا۔

غنایہ نے باصم کو ششدر دیوار سے لگ کھڑے دیکھا۔

"بڑی زبان چل رہی ہے تیری!" تائی اماں کی زبان پکڑنا بڑا مشکل کام تھا۔۔ مگر عشنا بھی کم نہیں تھی۔

"ابھی صرف چل رہی ہے مگر یہ زبان دوسروں کی زبان کاٹ سکتی ہے۔ اس لیے ذرا ہوشیار رہیے کیونکہ چالاک تو آپ ہیں ہی۔۔ اور باصم تم!" اس نے باصم کو انگلی دکھائی۔ "آج گھر پر مارا ہے کل محلے کے سامنے ماروں گی۔ آج عزت گھر میں خراب ہوئی کل محلے والوں کے سامنے خراب ہو گی تو سب سے باری باری مار کھاؤ گے۔

میرے گھر والوں سے آنکھیں دور اور بہن کا تو اب سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اب اپنے شوہر کی ہے۔" آخری جملہ اس نے دل جلانے کے لیے کہا تھا۔ باصم کا چہرہ سرخ ہوا۔

"ابھی جا رہا ہوں مگر تم جانتی نہیں ہو کہ میں کروں گا کیا۔۔ سب بھگتو گے! میرا انتظار کرنا۔" غصے میں کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

"اب آپ جائیں گی یا پہلے اپنے بیٹے کے طرح دو باتیں کہیں گی؟" اس نے تائی اماں کو گھورا۔

"میرا بیٹا ہی بتائے گا کہ وہ اتنا کمزور نہیں۔۔" دانت پیس کر کہتی ہوئیں وہ بھی پیچھے ہی نکل گئیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یوں اچانک سب کچھ کرنا میری مجبوری تھی۔ نکاح سے ایک دن پہلے ابرار صاحب کی نکاح کے لیے کال آئی تھی۔ اس نے تو مجھے دیکھا بھی نہیں ہے۔"

"اور تو نے؟" بھنویں اب بھی چڑھی ہوئی تھیں مگر لہجے میں اب تھوڑا ٹھہراؤ تھا۔

"میں نے بھی بس اسے دور سے ہی دیکھا ہے۔ ہمارے درمیان اب تک کوئی بات نہیں ہوئی کیونکہ تو جانتا ہے نا کہ میں نے نکاح کیوں کیا ہے؟ آفس اور گھر کے کام مجھے

اس سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔"

"ابرار صاحب کی یہ لڑکی اکیلی اولاد ہے؟"اس نے سرسری پوچھا۔

"نہیں۔۔غنایہ کی ایک بڑی بہن بھی ہے۔عشنا نام ہے۔۔میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔انکل نے بتایا کہ وہ ابھی نکاح میں شامل نہیں ہو سکے گی۔"وہ میز کے ساتھ دوسری کرسی پر پاؤں ٹکایا ہوا تھا۔

"شادی شدہ ہے؟"ایک عجیب سا سوال۔۔

"نہیں۔"اس سوال پر ساویز نے اس کے تاثرات نوٹ کیے۔

"اوہ۔۔"لبوں پر شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ ساویز نے اپنی مسکراہٹ قابو کی۔

"تو کنوارے ہی رہے گا فکر مت کر۔۔۔آدھی زندگی خود نے "شادی نہیں کروں گا" کہ ٹیگ کے ساتھ گزار دی اور بقیہ زندگی "کوئی شادی نہیں کر رہا" کہ ساتھ گزر جائے گی۔"ساویز کا قہقہہ گونجا۔

"تیرے ہینڈ سم بھائی کو کوئی کمی نہیں۔۔"اپنی آستین کے کف فولڈ کرتا ہوا وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔"جب اپنے مطلب کا ہمسفر ملے گا تو وقت خود ٹھہر جائے گا۔"جھک کر ٹشو سے اب وہ بوٹس رگڑ رہا تھا جو ساویز کے پیچھے دوڑتے ہوئے خراب ہو گئے تھے۔

"فالحال تو میں جلد اس سے ملاقات کا سوچ رہا ہوں۔ نکاح تو کر لیا ہے اور اب رخصتی کے بارے میں بھی سوچنا ہے۔" انہیں یہاں بیٹھے ہوئے اب شام ہو چکی تھی۔

"میں کہنا تو نہیں چاہتا مگر تم نے ایک اچھا کام کیا ہے۔۔اور مجھے اس بارے میں نہ بتا کر سب سے گھٹیا کام کیا ہے۔" وہ اس بات کو اب بھی نہیں بھولا تھا۔

"چلو اس بہانے ایک شام ہم ساتھ گزار رہے ہیں۔" اس کے چہرے پر دل جیت لینے والی مسکراہٹ تھی۔ میر ویس اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"اس لیے کی تھی شادی کہ وہ ان کی بیٹی کو باصم سے محفوظ رکھے گا۔ پھر کہاں ہے 'ان کا داماد؟" وہ اب اس پر غصہ نکال رہی تھی۔ غنایہ خاموش کونے پر بیٹھی اس کی باتیں سننے لگی۔ عشنا غصہ میں ٹہلتے ہوئے اس کے قریب آئی۔

"اس کا نمبر تمہارے پاس موجود ہے؟"

"نہیں۔۔ابا کے پاس ہو گا۔" اس کی تو پہلے ہی آواز کہیں کھو چکی تھی اس لیے عشنا کی بات ماننا ہی مناسب سمجھا۔

"ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا عشنا۔۔" وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔

"تم فکر مت کرو نہیں ڈانٹوں گی تمہارے شوہر کو۔۔" ابا کا موبائل اٹھا کر ساویز کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نمبر اپنے موبائل پر بھی بھیج دیا گیا۔ بیل جا رہی تھی۔ غنایہ لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگی۔۔

"ہیلو؟۔" کال اٹھالی گئی۔ ساویز کے بولنے سے قبل وہ خود بول پڑی۔

"جی؟" گھمبیر آواز ابھری۔ وہ شاید آواز نہ پہچان سکا تھا۔

"مسٹر ساویز بات کر رہے ہیں؟"

"جی میں ہی ساویز ہوں۔" لہجہ الجھا ہوا تھا جیسے وہ کچھ سمجھ نہ پا رہا ہو۔

"میں غنایہ کی بہن بات کر رہی ہوں۔۔ عشنا۔۔ آپ سے ملنا چاہتی ہوں ابھی۔۔ کیا آپ فری ہیں؟" اس کا لہجہ ساویز کو چونکا گیا۔ عشنا جس مضبوطی سے بات کر رہی تھی، وہ سمجھ نہ سکا۔

"ہاں ضرور۔۔ کیا کوئی ایمرجنسی ہے؟"

"نہیں بس میں ایک ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ کہاں ملنا ہو گا؟"

"جہاں آپ کہیں۔۔ اپنا نمبر میں آپ کو سینڈ کر رہی ہوں۔ اس پر ایڈریس بھیج دیں۔"

کہتے ساتھ ہی کال ہی رکھ دی۔ نمبر بھیج کر اب وہ اپنا بیگ اٹھا رہی تھی۔

"تم اس سے کیوں مل رہی ہو؟" غنایہ عجیب سی بے چینی میں بولی۔

"تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا۔ میں ملاقات کے بعد گھر چلی جاؤں گی۔ میرا انتظار مت کرنا۔" موبائل پر بپ ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ ملاقات کا پتہ بھیج دیا گیا ہے۔ ایک نظر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے وہ باہر نکل گئی۔

"تم بس ایک عنایت کرنا۔۔ زبان کو تالا اور لبوں کو سی لینا۔ باقی سب خود ٹھیک ہو جائے گا۔" میر کے سوال پر وہ محض یہی کہہ سکا۔۔ عشنا کی کال کو آدھا گھنٹہ بیت گیا تھا اور اب وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"لو!! میں تو مدد کرنے کی آفر کر رہا تھا۔ ویسے یہ جواب بہت بے تکا ہے۔ میر ویس چوہدری بولتا ہی کہاں ہے؟" پتھر کھائی میں پھینکتے ہوئے بے نیازی سے کہا گیا۔ ساویز نے اسے ایک آئبرو اچکا کر دیکھا۔۔ بیچارہ ہر بار بھول جایا کرتا تھا کہ سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر وہی تو بولتا ہے۔ ہوٹل کی جانب دونوں کی پشت تھی۔ ساویز سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا جبکہ میر ویس مٹھی میں بند چھوٹے کنکروں کو کھائی میں پھینک رہا تھا۔

"اگر ہم گر گئے تو بچنے کی کوئی امید بن سکتی ہے؟" ایسے ٹیڑھے سوالات میر ویس ہی کر سکتا تھا۔

"اتنا اوپر سے گرنے کے بعد چوٹ نہیں آئے گی۔ان شاءاللہ سید ھا جنت میں جائیں گے۔" وہ بھی وقت گزاری کے لیے میر کے سوال کا جواب دینے لگا۔

"اگر کھائی سے۔۔" وہ ابھی مزید کچھ کہتا کہ جب وہ اور ساویز لڑکی کی آواز پر مڑے۔

"کیا آپ میں سے کوئی مسٹر ساویز ہے؟" عشنا کی اس بات پر وہ دونوں ساتھ ہی اسے مڑ کر دیکھنے لگے۔میر یکدم ہی ششدر رہوا۔عشنا نے نگاہ اٹھا کر میر کو دیکھا اور آنکھیں پھیلائیں۔

"تم؟؟؟؟" حیرت سے چیخ نکلی۔وہ لڑکی میر کو ماضی یاد دلا گئی تھی۔۔وہ پھٹی آنکھوں سے اس کا ہونقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

♡ جاری ہے ♡

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews